اردو ادب میں سفرنامہ نگاری کی روایت

ڈاکٹر اشتیاق احمد

پورنیہ، بہار

ملخص

اردو میں سفرنامہ نگاری کے بیشتر محققین نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اردو سفرنامے کے ابتدائی نقوش کا تعلق فورٹ ولیم کالج سے ہے۔ انگریزوں نے ہندوستان میں اُردو یا ہندوستانی زبان کے رائج ہونے کی صورت حال کو ملاحظہ کیا تو بہت سی کتابوں اور داستانوں کا اردو ترجمہ کرایا جن میں میرامن کی باغ و بہار، حیدر بخش حیدری کی ''آرائش محفل''، خلیل خان اشک کی ''داستان امیر حمزہ'' اور نہال چند لاہوری کی ''مذہب عشق'' وغیرہ کتابیں شامل ہیں۔ اس سلسلہ میں خالد محمود اور سعید احمد اور خود انور سدید کے بھی یہی خیالات ہیں۔ اردو سفرنامہ نگاری اور فورٹ ولیم کالج کے بارے میں خالد محمود کے اہم خیالات درج ذیل اقتباس سے عیاں ہوتے ہیں۔ اس لئے سفرنامہ کی صنف کی ابتداء ہی افسانوی قصوں سے ہوئی اور خوش قسمتی کی بات ہے کہ فورٹ ولیم کالج میں اس نوع کی کتابوں کو اردو کا قالب پہنایا گیا۔ اس لئے یہ بات پُر وثوق طریقہ سے کہی جاسکتی ہے جو حقائق کی روشنی میں درست بھی ہے اردو سفرنامہ نگاری کے اولین نقوش انہیں داستانوی کتابوں کے اردو تراجم میں ملتے ہیں جن میں باغ و بہار، آرائش محفل، داستانِ امیر حمزہ اور مذہب عشق وغیرہ کتابیں شامل ہیں۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ اردو میں سفرنامہ نگاری کی روایت کو استحکام بخشنے میں فورٹ ولیم کالج کی خدمات اور تراجم کا ذریعہ نہایت کارآمد ثابت ہوا ہے۔

☆☆☆☆☆

ہندوستان میں سفرنامہ نگاری کی روایت کا سراغ تین سو سال قبل مسیح تک لگایا جاسکتا ہے چونکہ ہندوستان جنت نشان تھا اسی لئے بیرونی سیاحوں نے ہندوستان کے اسفار کئے جیسا کہ قبل ازیں اس پر قدرے

تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔اسی طرح مغل بادشاہوں کے تزک بھی سفرنامہ نگاری کی روایت کا ایک حصہ ضرور ہیں اگر چہ باضابطہ سفرنامے نہیں اور ہندوستان میں مذہب کی تبلیغ واشاعت اور صالح مقاصد کے پیش نظر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شاہ مولوی عبدالحق محدث دہلوی کے کیے گیے اسفار بھی سفرنامہ ہی کا ایک حصہ ہیں جن سے اس روایت کو تائید وتقویت پہنچتی ہے۔

یہ بات طے ہے کہ اٹھارہویں صدی عیسوی میں اردو نثر کا باقاعدہ آغاز ہوا یہ اور بات ہے کہ نثر اور اس کی اصناف پر لکھنے والوں کی قلت ضرور تھی۔اس وقت فارسی کے خاصے اثرات تھے اور اردو میں بھی خصوصاً شاعری پر توجہ دی جاتی تھی اسی لئے نثر کا دامن خالی خالی سا تھا۔اس دور میں جو سفر کیے گیے تو وہ سیاسی، تعلیمی، مذہبی وغیرہ مقاصد کے پیش نظر کیے گیے مگر جو سفرنامے تحریر کیے گیے ان کی زبان عربی اور فارسی سے ملتی ہے جیسے البیرونی کی کتاب الہند، رفیع الدین مرادآبادی کی سوانح حرمین اور ابوطالب کی مسیر طالبی وغیرہ کتابیں ہیں۔

اردو میں سفرنامہ نگاری کے بیشتر محققین نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اردو سفرنامے کے ابتدائی نقوش کا تعلق فورٹ ولیم کالج سے ہے۔انگریزوں نے ہندوستان میں اُردو یا ہندوستانی زبان کے رائج ہونے کی صورت حال کو ملاحظہ کیا تو بہت سی کتابوں اور داستانوں کا اردو ترجمہ کرایا جن میں میرامن کی باغ وبہار، حیدربخش حیدری کی ''آرائش محفل''، خلیل خان اشک کی ''داستان امیر حمزہ''اور نہال چند لاہوری کی ''مذہب عشق''وغیرہ کتابیں شامل ہیں۔اس سلسلہ میں خالد محمود اور سعید احمد اور خود انور سدید کے بھی یہی خیالات ہیں۔اردو سفرنامہ نگاری اور فورٹ ولیم کالج کے بارے میں خالد محمود کے اہم خیالات درج ذیل اقتباس سے عیاں ہوتے ہیں۔

> ''یہاں فورٹ ولیم کالج کے نثری کارناموں کو کھینچ تان کر سفرنامہ قرار دینا منشا نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ دنیا بھر کی داستانوں نے جس طرح سیاحوں کے سفری احوال سے کسب فیض کیا ہے اسی طرح اردو سفرنامہ نگاری کے ابتدائی نقوش بھی ان داستانوں میں نظر آتے ہیں جو فورٹ ولیم کالج میں تصنیف ہوئیں یا دوسری زبانوں سے اردو میں ترجمہ کی گئیں۔حالانکہ یہ کتابیں محض خیالی یا قوتِ متخیلہ کے دوش پر کیے گیے سفر کی روداد سناتی ہیں اور وہ بھی زبان غیر سے یعنی ترجمہ کے ذریعہ۔اس لئے کسی براہ راست اردو سفرنامے سے ان کا کوئی علاقہ نہیں مگر جیسا کہ کہا جا چکا ہے اردو سفرنامہ کا خاکہ بنانے، راستہ ہموار

کرنے اور اردو سفر نامہ نگار کا ذہن تیار کرنے میں ان تصانیف کا بڑا ہاتھ ہے۔ان ہی کارناموں سے حوصلہ پا کر اردو میں سفر نامہ نگاری کا آغاز ہوا۔''

دراصل بات یہ ہے کہ اردو سفر نامہ ہی کیا ''خود سفر نامہ نگاری'' کی ابتداء بھی قصوں اور داستانوی انداز کے واقعات سے ہوتی ہے چونکہ داستانوی قصوں کی کتابیں پہلے سے موجود تھیں تو فورٹ ولیم کالج میں جو 1800 میں قائم ہوا زبان کے پیش نظر ایسی کتابوں کے ترجمے ہوئے اس طرح عربی اور فارسی میں جو کتابیں پہلے سے تھیں ان کو اردو ترجمہ کے قالب میں ڈھالا گیا تو یہ سرمایہ اردو میں منتقل ہوا اور نہ قصوں اور داستانوی واقعات ہی سے اس صنف کو اول وہلہ میں تقویت ملی۔اس بارے میں ڈاکٹر قدسیہ قریشی نے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے:

''سفر ناموں کے ادب کی ابتدائی مسافروں کے بیان کردہ قصوں سے ہوئی۔ یہ قصے شروع میں ایک جگہ سے دوسری جگہ بیان ہوتے رہے۔ظاہر ہے کہ اس طرح بیان میں بہت سی حقیقتیں اور واقعات مسخ ہوجاتے تھے۔اسی لئے ان قصوں و کہانیوں سے سفر ناموں کا کوئی مربوط خاکہ تیار نہیں ہوتا لیکن رفتہ رفتہ یہی قصے اور کہانیاں ڈائریوں، روزنامچوں یا سفری کہانیوں کی شکل اختیار کرنے لگے۔شپلے (Shiply) نے سفر ناموں کی ابتدائی شکلوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس طرح کی سفری داستانوں میں سکندر کی روایات، سندباد اور اوڈی سی (ODSSEY) کی داستانوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ایسے سفر نامے جو افسانوں، داستانوں سے زیادہ واقعات، حالات یا رہنمائے سفر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ابتدائی سفر ناموں کے ادب میں زیادہ اہم ہیں''

اس لئے سفر نامہ کی صنف کی ابتداء ہی افسانوی قصوں سے ہوئی اور خوش قسمتی کی بات ہے کہ فورٹ

ولیم کالج میں اس نوع کی کتابوں کو اردو کا قالب پہنایا گیا۔اس لئے یہ بات پُر وثوق طریقہ سے کہی جا سکتی ہے جو حقائق کی روشنی میں درست بھی ہے اردو سفر نامہ نگاری کے اولین نقوش انہیں داستانوی کتابوں کے اردو تراجم میں ملتے ہیں جن میں باغ و بہار، آرائش محفل، داستانِ امیر حمزہ اور مذہب عشق وغیرہ کتابیں شامل ہیں۔اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ اردو میں سفر نامہ نگاری کی روایت کو استحکام بخشنے میں فورٹ ولیم کالج کی خدمات اور تراجم کا ذریعہ نہایت کارآمد ثابت ہوا ہے۔داستانوی قصوں کے تراجم کے علاوہ اس میں ان کتابوں کے تراجم بھی شامل ہیں جن کا تذکرہ یہاں ''سفر نامہ کے ابتدائی نقوش'' میں کیا جا چکا ہے،اسی طرح اردو میں سفر نامہ نگاری کے نقوش کے سلسلے میں بعض لوگوں نے خطوط اور سوانحی ادب کا بھی ذکر کیا ہے۔جس سے بالکلیہ انکار بھی نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ سعید احمد نے صادقہ ذکی کی اس بات کو'' ناکام کوشش'' قرار دیا ہے اس لئے کہ بہر حال خطوط میں بھی سفر کے احوال ملتے ہیں مگر چوں کہ خطوط بہر حال خطوط ہوتے ہیں جو مکمل سفر کی معلومات فراہم کرنے سے بہر حال قاصر رہتے ہیں۔اس لئے ایک حد تک ہی سہی اس کا بھی اعتراف کرنا چاہیے مگر یہ بات بھی طئے ہے کہ اردو میں سفر نامہ نگاری سے پہلے عربی اور فارسی اور دوسری زبانوں میں سفر نامہ نگاری کی روایت کو استحکام مل چکا تھا۔اس سلسلہ میں قبل ازیں سطور بالا میں کئی کتابوں کے نام پیش کئے جا چکے ہیں اور اس میں لکھے گئے سفر نامے اہمیت کے حامل ہیں جن سے اردو سفر نامہ نگاری کی صنف نثر کو فروغ ملا۔

بیشتر محققین اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ اردو کا پہلا سفر نامہ بنام'' عجائبات فرنگ'' ہے جو یوسف خان کمبل پوش حیدر آبادی کا ہے۔جس کے اسلوب کا سحر برابر اثر انداز ہوا ہے مگر مرزا حامد بیگ نے فدا حسین کے سفر نامہ'' تاریخ افغانستان'' کو اردو کا پہلا سفر نامہ قرار دیتے ہیں۔یہاں محض ایک اقتباس اردو سفر ناموں کا تنقیدی مطالعہ'' سے پیش کرتے ہیں۔اس لئے کہ اس باب میں علیحدہ طور پر ایک مضمون'' یوسف خان کمبل پوش کی سفر نامہ نگاری'' بھی شامل کیا گیا ہے جہاں تفصیل سے اس پر کلام کیا جائے گا۔چنانچہ خالد محمود نے'' اردو کا پہلا سفر نامہ عجائباتِ فرنگ کے عنوان کے تحت یوں لکھا ہے:

> '' عجائبات فرنگ'' کی صرف یہی ایک خوبی نہیں کہ وہ اردو کا پہلا سفر نامہ ہے۔پہلا سفر نامہ ہونا تو اس کی تاریخی خصوصیت ہے ورنہ اگر اُسے پہلا سفر نامہ ہونے کا شرف حاصل نہ ہوتا اور یہ کسی اور نمبر پر رہتا تو بھی زبان و بیان کی بے باکی، بے ساختگی، وارفتگی اور حقیقت نگاری کی وجہ سے اس کی شہرت اور اہمیت میں کوئی فرق نہ آتا۔بلاشبہ اس کی

شہرت اتنی ہی ہوتی جتنی آج ہے''۔

بہر حال اردو میں سفر نامہ نگاری کی روایت کو مضبوط کرنے میں یوسف خان کمبل پوش حیدر آبادی کا سفر نامہ ''عجائبات فرنگ'' کافی اہمیت کا حامل ہے جو 1828ء کے سفر کی یادگار ہے اسی طرح فدا حسین کا سفر نامہ ''تاریخ افغانستان'' جو 1852ء کا تحریر کردہ ہے نے بھی سفر نامہ نگاری کی جڑوں کو مضبوطی عطا کی ہے پھر اس کے بعد عہد سر سید کا نمبر آتا ہے جس میں اردو کی غیر افسانوی صنف سفر نامہ نگاری کو حد درجہ تقویت ملی اس لئے کہ سر سید نے ''مسافرانِ لندن'' اور ''سفر نامہ پنجاب'' پیش کیا اوراڈورڈ ہنری پامر نے سفر نامہ پامر لکھا، مرزا نثار علی بیگ کا ''سفر نامہ یورپ'' ہو یا نواب حامد علی خان کا ''مسیر حامدی'' اور نواب محمد عمر خان کے سفر نامے جن میں زادِ غریب، زادِ سفر، سفر نامہ آئینہ فرنگ، سفر نامہ رئیس، نیرنگ رنگوں، نیرنگ چین، فرہنگ فرہنگ مع آہنگِ فرہنگ اور قند مغربی شامل ہیں اسی طرح ڈاکٹر شاہ علی سبزواری کا ''خوفناک دنیا'' علامہ شبلی کا ''سفر نامہ روم و مصر و شام'' مولانا محمد حسین آزاد کا ''سیرِ ایران'' مولانا الطاف حسین حالی کا ''دورۂ ایام تعطیل'' مولوی محمد جعفر تھانیسری کا ''کالا پانی'' اور مولوی عبدالرحمٰن امرتسری کا ''سفر نامہ بلاد اسلامیہ'' وغیرہ بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ وہ دور ہے جس میں سفر نامہ نگاری کو اردو میں باضابطہ استحکام مل چکا تھا اسی طرح سر سید کے بعد آزادی تک کے تمام تحریر کردہ سفر نامے بھی اس اعتبار سے نہایت اہم ہیں کہ انہیں کی بدولت بعد کے ادوار میں اس صنفِ نثر کو غیر معمولی فروغ ملا۔

اسی طرح بیسویں صدی میں منشی محبوب عالم کے سفر نامے ''سفر نامۂ یورپ'' اور ''سفر نامۂ بغداد'' منظر عام پر آئے اور نواب فتح علی خان نے ''سیاحت فتح خوانی'' لکھا۔ محمود بن فوق نے ''سفر نامہ کشمیر'' لکھا پھر نازلی رفیعہ سلطانہ بیگم کا ''سیر یورپ'' عطیہ فیضی کا ''زمانۂ تحصیل'' شاہ بانو کا ''سیاحتِ سلطانی'' بیگم سر بلند جنگ بہادر کا ''دنیا عورت کی نظر میں'' شیخ عبدالقادر کا سفر نامۂ ''مقام خلافت'' اور ''سیاحت نامۂ یورپ'' بیگم ہمایون مرزا کا بھوپال، آگرہ، دلی، قاضی عبدالغفار کا ''نقش فرنگ'' عبیداللہ سندھی کے سفر نامے ''کابل میں سات سال'' اور ذاتی ڈائری، قاضی ولی محمد کا ''مغرب اقصیٰ'' اور ''سفر نامۂ اندلس'' اسی طرح صغریٰ بیگم حیاء کا ''سفر نامۂ یورپ'' سیاحتِ جنوب ہند اور سفر نامۂ عراق اور دیگر سفر نامے منظر عام پر آئے جن سے آزادی سے پہلے بطور خاص اس سفر نامہ نگاری کی روایت کو مضبوطی مل چکی تھی اور اس نے باقاعدہ ''صنف'' کا درجہ حاصل کر لیا تھا، غرض اس طرح اردو میں سفر ناموں کی ابتداء ہوئی اور یہ روایت آگے بڑھی۔